جامعة الملك سعود، ریاض میں زیر تعلیم ہندوستانی طلبہ کا

آن لائن ماہانہ میگزین



اپریل ۲۰۲۲ء مطابق رمضان ۱۴۴۳ھ

ایڈیٹر

یاسر اسعد



شمارہ (۲)

اپریل ۲۰۲۲ء رمضان ۱۴۴۳ھ

ایڈیٹر

یاسر اسعد

مجلس مشاورت

حسان ابوالمکرم

جنید یوسف عبدالرقیب

احسن جمیل انصار احمد

محمد عمر صلاح الدین

مشمولات مجلہ

عربی مضامین

انگریزی مضمون

افتتاحیہ

أفلا یتدبرون القرآن؟

ہر کتاب اپنے الفاظ و معانی پر مشتمل ہوتی ہے، قاری اس کی قراءت سے اس وقت محظوظ ہوتا ہے جب وہ اس کے فہم سے آشنا ہوتا ہے اور درون کتاب کی زبان اور اس کی باتیں اس کی سمجھ میں آتی ہیں۔ گو کہ اثنائے مطالعہ ہر ہر لفظ اور ہر ہر فکر کا مکمل طور سے حاشیہ خیال میں آنا ضروری نہیں ہے، مگر ایسا بھی نہیں کہ کسی کتاب کی ورق گردانی فقط لفظا ہو، صاحب کتاب کے مقصود اور اس کے افکار و نظریات سے قاری کو خدا واسطے کا بیر ہو۔

ایک کتاب دوست جس کی دست رس سے کسی بھی زبان کی عظیم کتابیں دور نہیں رہ پاتیں، جن زبانوں سے وہ واقف نہیں ہوتا اس کے ادب کو بھی ترجمہ سے پڑھ کر آگہی حاصل کرتا ہے، مگر جب دنیا کی سب سے عظیم الشان کتاب کے پاس آتا ہے تو کتاب فہمی کے وہ سارے قواعد یکسر نظر انداز کرکے قرآن کی تلاوت لفظی پر اکتفا کرلیتا ہے، معانی و مفاہیم سے اسے کوئی سروکار نہیں ہوتا، اس میں تدبر نہیں کرتا، اسے شوق نہیں ہوتا ہے کہ تلاوت کے ساتھ اس کے مقاصد سے روبرو ہو، صاحب کتاب کے پیغام کو محسوس کرے، رہنمائیوں پر غور کرے، اوامر و نواہی کا خیال رکھے اور اسے اپنے لیے مشعل راہ بنائے۔

اپنے اندر غور و فکر کی یہ دعوت خود قرآن حکیم بارہا دیتا ہے، اپنے معانی کی جستجو کو خود اپنے نزول کا مقصد بتلاتا ہے کہ ﴿كِتَٰبٌ أَنزَلۡنَٰهُ إِلَيۡكَ مُبَٰرَكٞ لِّيَدَّبَّرُوٓاْ ءَايَٰتِهِۦ وَلِيَتَذَكَّرَ أُوْلُواْ ٱلۡأَلۡبَٰبِ﴾[ص: ۲۹] کہیں ﴿وَرَتِّلِ ٱلۡقُرۡءَانَ تَرۡتِيلًا﴾ [المزمل:۴] کا حکم دیتا ہے کہ تمہاری تلاوت ٹھہر ٹھہر کر اطمینان اور غور و فکر کے ساتھ ہونی چاہیے، تو کہیں اسلوب زجر و توبیخ کا اپنالیتا ہے اور کفار و منافقین کو مطعون کرتا ہے کہ وہ اس کتاب میں غور و فکر کیوں نہیں کرتے، ﴿أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ ٱلۡقُرۡءَانَ أَمۡ عَلَىٰ قُلُوبٍ أَقۡفَالُهَآ﴾[محمد:۲۴]﴿أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ ٱلۡقُرۡءَانَۚ وَلَوۡ كَانَ مِنۡ عِندِ غَيۡرِ ٱللَّهِ لَوَجَدُواْ

فِيهِ ٱخۡتِلَٰفٗا كَثِيرٗا﴾[النساء:۸۲]﴿أَفَلَمۡ يَدَّبَّرُواْ ٱلۡقَوۡلَ أَمۡ جَآءَهُم مَّا لَمۡ يَأۡتِ ءَابَآءَهُمُ ٱلۡأَوَّلِينَ﴾ [المؤمنون: ۶۸] نیز اس فکر و فہم کے بغیر تلاوت کو اہل کتاب کی صفات میں سے بتاتا ہے، ﴿وَمِنۡهُمۡ أُمِّيُّونَ لَا يَعۡلَمُونَ ٱلۡكِتَٰبَ إِلَّآ أَمَانِيَّ﴾ [البقرة:۷۸] مفسر ابن عاشور رحمۃ اللہ علیہ ﴿أَمَانِيَّ﴾ کی وضاحت میں ایک قول یہ بھی ذکر کرتے ہیں:

''وقد قيل الأماني القراءة، أي لا يعلمون الكتاب إلا كلمات يحفظونها ويدرسونها لا يفقهون منها معنى كما هو عادة الأمم الضالة إذ تقتصر على السرد دون الفهم'' (التحرير والتنوير: ۱/۵۷۵) مفسر مرحوم کی اس بات کا انطباق اس عصر کے قراء پر کتنا ہو رہا ہے یہ بتانے کی حاجت نہیں ہے۔

قرآن کی متعدد آیتوں میں مومنین صالحین پر تلاوت کے جو اثرات ذکر کیے گئے ہیں وہ بھی اس کے فہم و تدبر ہی کا ثمر ہیں، ﴿إِنَّمَا ٱلۡمُؤۡمِنُونَ ٱلَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ ٱللَّهُ وَجِلَتۡ قُلُوبُهُمۡ وَإِذَا تُلِيَتۡ عَلَيۡهِمۡ ءَايَٰتُهُۥ زَادَتۡهُمۡ إِيمَٰنٗا وَعَلَىٰ رَبِّهِمۡ يَتَوَكَّلُونَ﴾[الانفال:۲]﴿إِذَا تُتۡلَىٰ عَلَيۡهِمۡ ءَايَٰتُ ٱلرَّحۡمَٰنِ خَرُّواْ سُجَّدٗا وَبُكِيّٗا﴾[مریم:۵۸]﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ أُوتُواْ ٱلۡعِلۡمَ مِن قَبۡلِهِۦٓ إِذَا يُتۡلَىٰ عَلَيۡهِمۡ يَخِرُّونَ لِلۡأَذۡقَانِ سُجَّدٗا﴾[الإسراء:۱۰۷] ﴿وَيَخِرُّونَ لِلۡأَذۡقَانِ يَبۡكُونَ وَيَزِيدُهُمۡ خُشُوعٗا﴾[الإسراء:۱۰۹] ﴿وَإِذَا سَمِعُواْ مَآ أُنزِلَ إِلَى ٱلرَّسُولِ تَرَىٰٓ أَعۡيُنَهُمۡ تَفِيضُ مِنَ ٱلدَّمۡعِ مِمَّا عَرَفُواْ مِنَ ٱلۡحَقِّ﴾[المائدۃ:۸۳] گویا مومن جب اس پیغام الٰہی سے واقف ہوتا ہے، اس کے اسرار و رموز کو سمجھتا ہے تو اس کا براہ راست اثر اس کے دل پر پڑتا ہے۔

احادیث رسول کے مطالعہ سے بھی جابجا قرآن میں تدبر و تفکر کی دعوت ملتی ہے، خود صاحب حدیث صلی اللہ علیہ وسلم کئی بار پوری رات نماز تہجد صرف ایک ہی آیت میں گزار دیتے تھے، حضرت عثمان غنی، حضرت ابن مسعود و حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم انہیں دس آیتیں پڑھاتے، پھر اس کے بعد اگلی دس آیتوں کی طرف اس وقت تک نہیں بڑھتے جب تک وہ پچھلی دس آیتوں پر عمل درآمد نہ کرلیتے، لہٰذا انہوں نے قرآن اور عمل ساتھ ساتھ سیکھا۔ (تفسیر قرطبی: ۱/۳۹) اسی سے مشابہہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ انہوں نے سورہ بقرہ ۱۲ ر برسوں میں حفظ کی اور اس کی خوشی میں اونٹ

قربان کیے۔ (تفسیر قرطبی:۱/۴۰) اس طویل مدت کی توجیہ بجز اس کے کیا ہوگی کہ یہ حفظ صرف الفاظ کا نہیں تھا بلکہ معنی ومفہوم کو شامل تھا، عمل کو محیط تھا جیسا کہ اس سے پیشتر روایت میں بیان ہوا ہے۔ دوسری طرف احادیث نبویہ میں خوارج کی جو صفات مذکور ہیں ان میں ہے کہ ''**يقرأون القرآن لا يجاوز تراقيهم**''(صحيح الجامع: ٨٠٦٣) جس کی تشریح امام زرکشی یوں کرتے ہیں کہ ''ذمهم بإحكام لفظه وترك التفهم لمعانيه'' (البرهان: ١/٤٥٥)

قرآن حکیم کو سمجھنا محض ایک شرعی تعلیم نہیں بلکہ شریعت کا مطلوب ومقصود ہے، چنانچہ اس کے فہم کی راہ کی ساری رکاوٹیں دور کرکے اللہ جل جلالہ نے واضح فرمادیا کہ ﴿وَلَقَدۡ يَسَّرۡنَا ٱلۡقُرۡءَانَ لِلذِّكۡرِ فَهَلۡ مِن مُّدَّكِرٍ﴾[القمر:۱۷] گویا اب بلا امتیاز ہر شخص سے مطالبہ ہے کہ وہ اس کی آیتوں میں غور وفکر کرے اور اس سے عبرت حاصل کرے، اسی کے پیش نظر علامہ امین شنقیطی رحمۃ اللہ علیہ نے ﴿أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ ٱلۡقُرۡءَانَ أَمۡ عَلَىٰ قُلُوبٍ أَقۡفَالُهَآ﴾ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اس آیت میں خدائے تعالیٰ نے کفار ومنافقین کی سرزنش کی ہے جو قرآن میں غور وفکر نہیں کرتے، اور یہ بات معلوم ہے کہ اللہ پاک اسی عمل کا مکلف کرتا ہے جو بندے کی استطاعت سے باہر نہ ہو، پس جب قرآن میں تدبر وتفکر کی کفار ومنافقین کو قدرت حاصل ہے اور وہ اس کے ذمہ دار بھی ہیں تو وہ مسلمان جو عالم نہ ہو وہ بدرجہ اولیٰ ان سے زیادہ فہم وتدبر پر قادر ہوگا اگر اسے عربی زبان پر قدرت ہو، بنابریں وہ اللہ پاک کی سرزنش کا زیادہ مستحق ہوگا۔ (أضواء البيان:٧/٤٥٩-٤٦٠)

یہاں اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ شریعت میں محض تلاوت پر بھی بھاری اجر وثواب رکھا گیا ہے، اور اس کا انکار نہیں کیا جاسکتا، مگر ایک مسلمان کو یہ زیب نہیں دیتا کہ جس کتاب پر عمل کا وہ مکلف ہے اسے یونہی بلا فہم کے پڑھے، اس کے معانی ومطالب سے آگاہ نہ ہونا چاہے۔ یہی انسان اگر علم طب یا کسی اور علم کی خواہش رکھتا ہے تو اس فن کی بہترین کتابوں سے شغف رکھتا ہے، ہمہ وقت ان کا مطالعہ کرتا ہے، ساری تگ ودو اس کے سمجھنے پر لگا دیتا ہے تاکہ اس کے لحاظ سے وہ اس میدان میں آگے بڑھے، اس کے بالمقابل وہ کتاب جسے شفاء لما في الصدور اور موعظة للناس کا مقام حاصل ہے اس کے سمجھنے کی اس کے اندر کوئی خواہش نہیں ابھرتی، اور اس کے لیے وہ اپنی عقل کو کوئی زحمت نہیں دیتا۔ بلاشبہ یہ مقام افسوس ہے۔ غالبا یہی دیکھ کر امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا تھا کہ لوگوں کو قرآن میں تدبر اور اس پر عمل کرنے کا پابند کیا گیا تھا انھوں نے تلاوت

ہی کو عمل بنالیا۔ (مدارج السالکین: ۱/ ٤٥١)

اس لیے ہماری کوشش ہونی چاہیے کہ اس ماہ مبارک میں خصوصا اور دیگر ایام میں عموما قرآن حکیم کے الفاظ کی تلاوت کے ساتھ معانی سے بھی ہمارا رشتہ استوار ہو، اس کے لیے معاون امور اختیار کرنے چاہییں، نماز تہجد میں یا محض رات میں قرآن کی تلاوت بہت مفید ہوتی ہے، نیز قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا، اثنائے تلاوت آیتوں کی تکرار کرنا، اولا مختصر سورتوں کو سمجھنے کی کوشش کرنا، تلاوت کے لیے ایسے مصحف کا انتخاب کرنا جس کی مختصر تفسیر حاشیے میں درج ہو، علاوہ ازیں تدبر قرآن اور اس کے طریقہ کار کے موضوع پر مختلف کتابوں کا مطالعہ یہ ساری چیزیں اس ضمن میں بہت فائدہ مند ہیں، بس توفیق الٰہی اہم ہے، وہ حاصل ہو جائے تو انسان کے نامۂ اعمال کی اصلاح میں کوئی رکاوٹ نہیں رہتی۔ ساتھ ہی قرآن کو سمجھ کر پڑھنے کے بعد اس کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونا سب سے اہم ہے ورنہ یہ سارا عمل عبث قرار پائے گا اور حال یہ ہو گا کہ رب قارئ للقرآن والقرآن يلعنه۔

اس صبار فتار زمانے میں جہاں انسان کے رنگ ڈھنگ بدلے ہیں وہیں اس کی عبادت و تلاوت پر بھی عجلت کا اثر دکھتا ہے، اور ہر جگہ عموما کیفیت اور کمیت میں کمیت کو اہمیت حاصل ہو گئی ہے، اس کے نتیجہ میں ختم قرآن کو بھی فہم قرآن پر یک گونہ فوقیت مل رہی ہے، خصوصا رمضان مبارک میں اس کا خوب چرچا ہوتا ہے اور اسلاف کی مثالیں پیش کی جاتی ہیں کہ ان کے یہاں ختم قرآن میں کس قدر سرعت پائی جاتی تھی، حالانکہ یہاں یہ بھی ملحوظ رکھنا چاہیے کہ اگر کسی کے یہاں یومیہ ختم قرآن کا تذکرہ ملتا ہے تو دیگر ایام میں ہفتہ وار یہ یا ماہانہ ختم قرآن کا بھی تصور تھا اور ظاہر ہے کہ وہ ختم قرآن صرف الفاظ کا نہیں ہوتا تھا بلکہ فہم و تدبر کو بھی سمیٹے ہوئے تھا، گویا انہوں نے کبھی بھی قرآن مجید کے تدبر کو نظر انداز نہیں کیا۔

ترے ضمیر پر جب تک نہ ہو نزول کتاب
گرہ کشا ہے نہ رازی نہ صاحب کشاف

****

ماہِ رمضان کی آمد پر مبارکبادی پیش کرنے کا حکم

تحریر: فضیلۃ الشیخ عمر بن عبد اللہ المقبل حفظہ اللہ
(پروفیسر شعبۂ حدیث، جامعہ القصیم، سعودی عرب)

اردو ترجمہ: ابو فیصل ضیاء
(مرحلہ پی ایچ ڈی، شعبہ اسلامیات، جامعۃ الملک سعود، ریاض)

محترم قارئین! نیکیوں کے موسم بہار ماہ رمضان کی آمد پر پیشگی مبارکبادیوں اور تہنئتی پیغامات کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے، اس بابت شرعی نقطۂ نظر کیا ہے؟ کیا یہ مبارکبادی عادات کے قبیل سے یا عبادات کی قبیل سے ؟ زیر نظر مضمون میں اختصار کے ساتھ انہی باتوں کا تشفی بخش علمی جواب پیش کیا گیا ہے۔(مترجم)

ماہ رمضان کی آمد پر مبارکباد دینے کے تعلق سے یہ مختصر مضمون ہے، جس کے اندر میں نے اس موضوع کے تمام گوشوں کو جمع کرنے کی کوشش کی ہے، اور اس سلسلے میں درست (موقف) تلاش کرنے کا ارادہ کیا ہے۔

لیکن اس مسئلہ کا حکم بیان کرنے سے پہلے ہمیں مبارکبادی (تہنئت) کے موضوع سے متعلق بنیادی اصول کا جان لینا ضروری ہے۔

مبارکبادی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ در اصل عادات کی قبیل سے ہے، جس میں اصل اباحت (جواز) ہے، یہاں تک کہ اس کی خصوصیت کی کوئی دلیل آجائے جو اس کو اباحت سے دوسرے حکم کی طرف منتقل کر دے۔

علامہ عبد الرحمن بن سعدی رحمہ اللہ اپنے منظوم قواعد میں کہتے ہیں:

والأصل في عاداتنا الإباحة
حتى يجيء صارف الإباحة
وليس مشروعا من الأمور
غير الذي في شرعنا مذكور[1]

یعنی ہماری عادات میں اصل اباحت (جواز) ہے یہاں تک کہ اباحت کو پھیرنے والا کوئی قرینہ آجائے، اورامور میں سے کچھ مشروع نہیں سوائے اس کے کہ جو ہماری شریعت میں مذکور ہے۔

پھر آپ رحمہ اللہ اس قاعدہ پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں: ”ان دونوں عظیم اصولوں کو شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے، اور فرمایا ہے کہ جس اصل پر امام احمد رحمہ اللہ کے مسلک کی اساس ہے وہ عادات میں اصل اباحت کا پایا جانا ہے، لہذا ان میں سے وہی چیز حرام ہوگی جس کی حرمت وارد ہوئی ہو۔۔۔۔عادات وہ ہیں جن کے لوگ عادی ہو چکے ہوں، خواہ ان کا تعلق ماکولات و مشروبات سے

(۱) المجموعة الكاملة لمؤلفات الشيخ عبد الرحمن السعدي، ۱/۱۴۳

ہو یا لباس، آمد و رفت اور دیگر عام سرگرمیوں سے ہو۔ پس ان میں سے وہی چیز حرام ہوگی جسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے حرام قرار دیا ہو، خواہ واضح نص کے ذریعہ ہو یا عموم میں داخل ہو، یا قیاس صحیح کے ذریعہ ہو، ورنہ تمام عادات حلال ہیں، اوراس کی حلت کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ﴿هُوَ ٱلَّذِي خَلَقَ لَكُم مَّا فِي ٱلْأَرْضِ جَمِيعًا﴾[البقرة: ۲۹] ترجمہ: ”وہ اللہ جس نے تمہارے لیے زمین کی تمام چیزوں کو پیدا کیا“ چناں چہ یہ (آیت کریمہ) اس بات پر دال ہے کہ اس (اللہ) نے ہمارے لیے زمین کی تمام چیزوں کو پیدا فرمایا ہے تاکہ ہم ہر ممکن طریقے سے ان سے فائدہ اٹھا سکیں۔[۱]

اور جب مبارکبادیاں عادات کے قبیل سے ہیں، تو ان میں سے انہی چیزوں کا انکار کیا جائے جن کی شریعت منکر ہو۔

یہی وجہ ہے کہ اسلام نے عربوں کے یہاں پائی جانے والی جملہ عادات کو درست قرار دیا، بلکہ ان میں سے بعض کے بارے میں ترغیب بھی دلائی، اوران میں سے بعض کو حرام ٹھہرایا، جیسے سجود تحیہ (سجدۂ تعظیمی)۔

ماہ کریم کی آمد پر مبارکبادی پیش کرنے کا حکم:

امام ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی صحیح[۲] میں سلمان رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ: رسول ﷺ نے ہمیں شعبان کے آخری دن خطبہ دیا، اور فرمایا: ”اے لوگو، تم پر عظیم مہینہ سایہ فگن ہوا ہے، یہ بابرکت مہینہ ہے، ایسا مہینہ ہے جس میں ایک رات ایسی ہے جو ہزار ماہ سے بہتر ہے، اللہ تعالیٰ نے اس ماہ کے روزے کو فرض قرار دیا ہے ۔۔۔۔“ الحدیث۔

حافظ ابن رجب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”یہ حدیث ماہ رمضان میں ایک دوسرے کو مبارکباد دینے کے سلسلے میں اصل ہے۔“[۳]

البتہ زیر بحث مسئلہ میں اس حدیث سے استدلال کو میں نے اس لیے موخر کر دیا ہے کہ یہ ثابت نہیں ہے، بلکہ یہ ایک منکر حدیث ہے جیسا کہ امام ابو حاتم رازی نے فرمایا ہے۔[۴] اسی لیے امام ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں یہ باب باندھا ہے: (باب فضائل شهر رمضان، إن صح الخبر) (ماہ رمضان کے فضائل کا باب بشرطے کہ خبر صحیح ہو)[۵]

مگر اس حدیث کی سند میں (علی بن زید بن جدعان) ہیں، اور وہ ضعیف ہیں۔[۶]

اور جمہور فقہا اس بات کی طرف گئے ہیں کہ بے شک عید کی مبارکباد دینے میں کوئی حرج نہیں ہے، بلکہ ان میں سے بعض اس کی مشروعیت کے قائل ہیں۔ اوراس

(۱) امام شاطبی کی موافقات (۲/ ۲۱۲-۲۶۴) کا ملاحظہ فرمائیں، کیوں کہ اس میں عادات اور شریعت میں اس کے حکم سے متعلق تفصیلی تحقیقات موجود ہیں۔
(۲) صحیح ابن خزیمہ: ۱۹۱/۳۔
(۳) لطائف المعارف، ص۲۷۹، ط. دار ابن کثیر.
(۴) علل الحديث للرازي: ۲۴۹/۱.
(۵) صحيح ابن خزيمة: ۱۹۱/۳.
(۶) تقريب التهذيب، ترجمہ نمبر (۴۷۳۴).

مسئلہ میں امام احمد سے چار روایتیں ملتی ہیں، جیسا کہ ابن مفلح رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور کتاب "الآداب الشرعية" میں ذکر کیا ہے، ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ اس بارے میں جو یہ کہا گیا ہے کہ 'کوئی حرج نہیں' تو یہ ان کا سب سے مشہور ترین قول ہے۔[1]

نیز امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ایک شخص کا دوسرے شخص کو عید کے دن "تقبل الله منا ومنكم" یعنی اللہ ہم سے اور آپ سے (عبادات کو) قبول فرمائے" کہنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اور حرب کہتے ہیں: امام احمد سے لوگوں کے اس قول "تقبل الله منا ومنكم" کہنے کے بارے میں پوچھا گیا ؟ تو انھوں نے کہا: کوئی حرج نہیں ہے، اور (یہ بھی پوچھا گیا کہ) کیا اسے اہل شام نے ابو امامہ اور واثلہ بن الاسقع سے بیان کیا ہے؟ تو انھوں نے فرمایا: ہاں، کہا گیا: کیا تم (یہ عید کا دن ہے) بھی کہنا ناپسند کرتے ہو؟ فرمایا: نہیں۔۔۔"[2]

لہٰذا کہا جائے گا کہ جب عید کے دن مبارکباد دینے کا یہ حکم ہے، تو ماہ رمضان کی آمد پر جو کہ نیکیوں کے عظیم مواسم میں سے ایک موسم، رحمتوں کے نزول، نیکیوں میں اضافے اور اللہ کے ساتھ تجارت کرنے کا وقت ہے تو بطور اولی (اس کی) مبارکبادی پیش کرنا جائز ہو گا، واللہ اعلم۔

اس مسئلہ کے بارے میں بعض علما کی تحقیق:

مبارکبادی کے جواز کے سلسلے میں صحیحین میں ثابت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے قصہ کو دلیل بنایا گیا ہے، جس میں اللہ کی طرف سے ان کی اور ان کے ساتھی کی توبہ قبول ہونے کی بشارت ہے، اور طلحہ رضی اللہ عنہ کا اسے پہنچانا ہے۔

امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ اس واقعہ کے فوائد کے ضمن میں فرماتے ہیں:

"اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ اگر کسی کو کوئی دینی نعمت حاصل ہو تو اسے مبارکباد دینا مستحب ہے، اسی طرح اگر وہ شخص آئے تو اس کی جانب کھڑے ہو کر جانا، اس سے مصافحہ کرنا بھی مستحب ہے، نیز یہ عمل (مبارکبادی) دنیاوی نعمت کے حصول پر بھی جائز ہے۔ اور یہ کہنا زیادہ مناسب ہے کہ جو اللہ نے تمہیں دیا ہے اور جس کے ذریعہ اللہ نے تم پر احسان کیا ہے تمہیں مبارک ہو، یا اس جیسے کلمات۔ کیوں کہ اس میں نعمت کی نسبت وسپردگی اپنے رب کی طرف کرنا ہے اور اس شخص کو مبارک بادی پیش کر کے دعا دینا ہے جسے یہ (نعمت) حاصل ہوئی ہے۔[3]

اور بلاشبہ ماہ رمضان تک پہنچنا اور اسے پانا ایک دینی نعمت ہے، لہٰذا یہ زیادہ مستحق ومناسب ہے کہ مسلمان شخص کو اس تک پہنچنے پر مبارکباد دیا جائے، اور یہ کیسے نہ ہو، جب کہ سلف (صالحین) کے بارے میں منقول ہے کہ وہ چھ

---

(۱) الآداب الشرعية: ۳/۲۱۹.

(۲) المغني لابن قدامة: ۳/۲۹۴.

(۳) زاد المعاد: ۳/۵۸۵.

ماہ تک اللہ عزوجل سے رمضان تک پہنچنے کی دعا کرتے تھے، اور پھر چھ ماہ تک (اعمال کی) قبولیت کی دعا کرتے تھے، اور ہم دسیوں لوگوں کو دیکھتے ہیں اور ان میں سے بہت سے لوگوں کے بارے میں سنتے ہیں جو (اس) ماہ تک پہنچنے سے پہلے ہی وفات پا جاتے ہیں۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: "کسی نعمت کے حاصل ہونے یا کسی تکلیف و مصیبت کے دور ہونے پر عام مبارکباد دینے کے لیے سجدۂ شکر اور تعزیت[۱] کے عمل کو دلیل بنایا گیا ہے، اسی طرح صحیح بخاری و مسلم میں موجود کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی توبہ قبول ہونے (کی بشارت) کے واقعہ کو بھی دلیل بنایا گیا ہے۔[۲]

اور القلیوبي نے ابن حجر سے روایت کی ہے کہ اعیاد، مہینوں اور سالوں کی مبارکباد دینا مستحب ہے۔[۳]

نیز حافظ منذری کہتے ہیں کہ حافظ ابوالحسن مقدسی سے ابتدائے ماہ وسال کے موقع پر مبارکباد دینے کے بارے میں سوال کیا گیا تو انھوں نے فرمایا: لوگوں کا اس مسئلہ میں شروع سے اختلاف چلا آرہا ہے، تاہم میرے خیال میں یہ مباح وجائز عمل ہے، نہ یہ سنت ہے نہ بدعت۔[۴]

مسئلہ کا خلاصہ:

اس مختصر عرض سے یہ ظاہر ہے کہ مہینہ کے داخل ہونے پر مبارکباد دینے کے معاملہ میں توسع وگنجائش ہے، نہ تو اس سے منع کیا جائے گا، اور نہ ہی اس کے چھوڑنے والے پر نکیر کی جائے گی، واللہ اعلم۔

میں نے شیخ علامہ محمد بن صالح العثیمین رحمۃ اللہ علیہ سے ماہ رمضان کے داخل ہونے پر مبارکباد دینے کے بارے میں سوال کیا تو انھوں نے فرمایا: "بہت اچھی بات ہے"۔ یہ بروز اتوار، بتاریخ ۸/۹/۱۴۱۶ھ کی بات ہے جس وقت میں اس مسئلہ کی تحقیق میں مصروف تھا۔ اللہ عزوجل سے دعا گو ہوں کہ مسئلہ ہذا میں مجھے صحیح کی توفیق ملے، پس اگر معاملہ اسی طرح ہے تو یہ خالص اللہ کی طرف سے ہے، اور اگر میں نے جو کہا ہے غلط ہے تو میں اس کا مستحق ہوں اور ذمہ دار ہوں، اور اللہ اور اس کے رسول اس سے بری وپاک ہیں، اور میں اللہ عظیم سے گناہوں کی مغفرت کا خواستگار ہوں۔

وصلى الله وسلم وبارك على نبينا محمد وآله وصحبه أجمعين.[۵]

******

(۱) اسی طرح موسوعہ فقہیہ جس سے میں نقل کیا ہے موجود ہے۔

(۲) الموسوعة الفقهية الكويتية، ۱۴/۹۹-۱۰۰، اور امام سیوطی کی وصول الأماني ملاحظہ فرمائیں، میں نے اس میں حافظ صاحب کا کلام تلاش کیا لیکن پا نہ سکا۔

(۳) حاشية القيلوبي: ۱/۳۱۹.

(۴) وصول الأماني: ۱/۸۳ (ضمن الحاوي للفتاوي)

(۵) مجلہ البیان، شمارہ: ۱۰۹، رمضان ۱۴۱۷ھ

طہارت و نظافت: اسلامی تعلیمات اور ہمارا رویہ

یاسر اسعد اسعد اعظمی

(مرحلہ بی اے، شعبۂ عربی زبان وادب، جامعۃ الملک سعود، ریاض)

ہم جس دین کے ماننے والے ہیں اس کا ایک امتیاز یہ ہے کہ اس کی تعلیمات مسلمانوں کی زندگی کے کسی ایک گوشے سے متعلق نہیں ہیں، بلکہ سارے گوشوں کو محیط ہیں۔ اسی لیے کتب احادیث پر نظر ڈالنے سے بخوبی معلوم ہوگا کہ پیغمبر اسلام جناب محمد ﷺ کی ہدایات حیات انسانی کے ہر باب میں موجود ہیں، چنانچہ علماء نے مختلف عناوین (مثلا طہارت، معاملات وتجارت، نکاح، لباس، طعام وغیرہ) قائم کیے، اور ان کے تحت احادیث مبارکہ کو ذکر کیا ہے۔ انہیں جملہ تعلیمات میں طہارت ونظافت کو شریعت نے بہت اہمیت دی ہے، اس کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ محدثین نے اکثر کتب احادیث کا آغاز طہارت کے باب سے ہی کیا ہے۔

ایک مسلمان کو نصیحت کی گئی ہے کہ اسے دن کے آغاز ہی سے صاف ستھرا رہنا ہے، چنانچہ بیدار ہونے کے معا بعد کسی برتن میں ہاتھ ڈالنے سے اسے منع کیا گیا ہے تا آنکہ وہ اپنے ہاتھوں کو تین مرتبہ دھونہ لے۔ ''إذا استيقظ أحدكم من نومه فلا يغمس يده في الإناء حتى يغسلها ثلاثا، فإنه لا يدري أين باتت يده'' (صحیح مسلم:۳۰۸۸) بلکہ ایک حدیث پاک کے بموجب بیداری کے بعد جب تک کوئی شخص دعا، وضو اور نماز کا اہتمام نہیں کرلیتا شیطان کے ذریعہ اس پر باندھا گیا اثر باقی رہتا ہے اور اس کی صبح کسل مندی کے ساتھ ہوتی ہے۔ (صحیح بخاری:۱۱۴۲، صحیح مسلم:۷۷۶)

اسلام صفائی ستھرائی کو محض ایک عمل کی حیثیت سے نہیں دیکھتا، بلکہ اسے جزو ایمان قرار دیتا ہے، چنانچہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ''الطهور شطر الإيمان'' (صحیح مسلم:۲۲۳)

محض یہی نہیں بلکہ اگر کوئی شخص راہ گیروں کو مشقت میں ڈالنے والی کسی شے کو راستے سے ہٹا دیتا ہے تو وہ عمل اس کے ایمان میں اضافے کا باعث بنتا ہے۔ (صحیح مسلم: ۳۵) بلکہ ایک حدیث کے اندر اسے صدقہ قرار دیا گیا ہے۔ ''وإماطة الأذى عن الطريق صدقة'' (صحیح الجامع:۴۲)

نیز نبی اکرم ﷺ نے دو قابل لعنت چیزوں سے پرہیز کرنے کو کہا ہے، لوگوں کے راستے میں یا سائے کی جگہ پر قضائے حاجت کرنا۔ (صحیح مسلم:۲۶۹)

مسجد قبا اسلام کی پہلی مسجد قرار دی جاتی ہے، اس کے مصلیان کی تعریف اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں یوں فرمائی کہ ﴿لَا تَقُمْ فِيهِ أَبَدًا ۚ لَّمَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى

ٱلتَّقْوَىٰ مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَن تَقُومَ فِيهِ ۚ فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَن يَتَطَهَّرُوا ۚ وَٱللَّهُ يُحِبُّ ٱلْمُطَّهِّرِينَ ﴾ (سورہ توبہ:۱۰۸)((اے نبی!) آپ اس (مسجد ضرار) میں کبھی کھڑے نہ ہوں، البتہ جس مسجد کی بنیاد روز اول سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے وہ اس لائق ہے کہ اس میں آپ کھڑے ہوں، اس میں ایسے لوگ ہیں کہ وہ خوب پاک ہونے کو پسند کرتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ خوب پاک ہونے والوں کو پسند کرتا ہے)۔ تفسیر طبری (۱۴/ ۴۸۳) اور دیگر کتب تفسیر میں آتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ان سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری صفائی ستھرائی کی تعریف فرمائی ہے، تم کیا کرتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہم استنجاء میں پانی کا استعمال کرتے ہیں۔ گویا ان کا پاکیزہ ذوق طہارت اللہ کو بہت پسند آیا۔

درحقیقت اسلام نے نظافت پر جتنا ابھارا ہے اتنا کسی اور مذہب نے اس پر زور نہیں دیا ہے، واضح رہے کہ قلب وذہن کو صاف رکھنے کی بھی بے شمار ہدایات اس پر مستزاد ہیں۔

الغرض ہمارے مذہب کی جتنی تعلیمات صفائی ستھرائی سے متعلق ہیں ان کو یہاں سمیٹنا ممکن نہیں۔ وضو کرنا، جسم کے غیر ضروری بالوں کو ختم کرنا، ناخن تراشنا وغیرہ وغیرہ اس کی مثالیں ہیں۔

ایک طرف تو یہ شریعت مطہرہ کی ترغیبات وتاکیدات ہیں، تو دوسری طرف ہم مسلمانوں کا طرز عمل اس کے سراسر خلاف اور افسوس ناک ہے۔ ہمارے علاقے، محلے، گلیاں، سڑکیں اور دیگر مقامات میں صفائی کا کوئی اہتمام نہیں رہتا، قدم قدم پر گندگیوں کا انبار ہوتا ہے، حتی کہ اگر دو خاندانوں یا پڑوسیوں میں چشمک ہے تو دونوں ایک دوسرے کی گلی میں یا دروازے پر گندگی پھینکنا ضروری سمجھتے ہیں، اس سے جہاں ایک طرف ماحول کی صفائی ختم ہوتی ہے وہیں دلوں کے جراثیم بھی پنپتے ہیں اور آدمی شریعت کی نگاہ میں مجرم قرار پاتا ہے۔ بلکہ اگر یوں کہا جائے کہ گندگی مسلم علاقوں کی شناخت ہے تو بے جا نہ ہوگا۔ ایک شہر میں مسلمانوں اور غیر مسلموں کے محلوں کی تعیین اس روشنی میں آپ بخوبی کرسکتے ہیں۔

شریعت کی ان تعلیمات کو اگر ہم ہمہ وقت سامنے رکھیں تو بہت سارے فوائد سے محظوظ ہوں گے، نظافت وطہارت ہمارا امتیاز ہوگا، مسلم قوم کو صفائی پسند ہونے کی حیثیت سے جانا جائے گا، ہمارے گھر بار اور محلے صاف ستھرے ہوں گے تو امراض میں کمی آئے گی، اور علاج کے اضافی اخراجات بھی ہماری جیب بوجھل نہیں کریں گے۔

******



خطباء اور واعظین حضرات کے لیے ایک قیمتی تحفہ

محمد عمر صلاح الدین

معهد اللغويات العربية، جامعة الملك سعود، رياض

"الصيام في الإسلام في ضوء الكتاب والسنة" کا مختصر تعارف ماہ رمضان المبارک کی مناسبت سے ماہنامہ "ارتکاز" کے قارئین بالخصوص دعاۃ و مبلغین اور خطباء و واعظین حضرات کے پیش خدمت ہے۔ شاید کہ اس کتاب کے مشمولات و مندرجات اور اس کے خصائص وامتیازات سے واقفیت کے بعد استفادے کا رجحان پیدا ہو۔

اس سے قبل یہ امر واضح رہے کہ مذکورہ کتاب کے مؤلف ریاض، سعودی عرب کے رہنے والے نیز مختلف دینی وتربیتی کتابوں کے مصنف شیخ سعید بن علی بن وہف القحطانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۴۰ھ) ہیں جن کی بعض کتابوں کے اردو ترجمے بھی شائع ہو چکے ہیں، آپ کی جملہ تصنیفات میں سب سے زیادہ عوام وخواص میں مقبول ترین اور شہرت یافتہ کتاب "حصن المسلم" ہے، بلکہ یہ کہا جائے تو بجا ہوگا کہ اس کتاب نے شہرت و پذیرائی کے سلسلے میں اپنے مؤلف کو بھی پیچھے چھوڑ دیا ہے جو یقینا "ما كان لله بقي" (جو بھی عمل خالصتا رب تعالیٰ کے لیے ہو تا وہ لوگوں کے مابین زندہ وجاوید بن جاتا ہے) کی عمدہ تصویر ہے۔ فجزاه الله خيرا وغفر له وأدخله الفردوس الأعلى وأغدق عليه شآبيب رحمته ورضوانه.

بہر حال آں رحمہ اللہ کی ۸۰۰/ سو صفحات پر مشتمل یہ ضخیم کتاب "الصيام في الإسلام" اپنے باب میں ایک بہترین اور جامع کتاب ہے جو متعدد خوبیوں اور نوع بنوع خصوصیات کی بنا پر اپنی تشہیر، نام آوری اور منظر عام پر آنے کا سبب بنی۔ چنانچہ میں خود اپنے ذاتی استفادے کی روشنی میں کتاب ہذا کے چند اجمالی امتیازات و محاسن کو درج ذیل نکات کی روشنی میں ہدیۂ قارئین کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

- مذکورہ کتاب مختلف موضوعات کے تحت تیس مباحث میں منقسم ہے جن میں روزے کا لغوی و شرعی مفہوم، اس کے فضائل وخصائص، فوائد ومنافع، اس کی حکمتیں اور مصلحتیں، شروط وارکان، روزے کی دیگر نفلی صورتیں، اس کے انواع واقسام، آداب واحکام، قضاء صیام، صلاۃ التراویح، حرام ومکروہ روزے، لیلۃ القدر،

اعتکاف اور قرآن مجید کے فضائل وخصائص نیز زکاۃ الفطر اور عید الفطر کے آداب واحکام جیسے اہم موضوعات نہ صرف اس ضخیم کتاب کا حصہ ہیں بلکہ ان سب کے جملہ احکامات قدرے تفصیل سے کتاب وسنت کی روشنی میں اس طرح بیان کیے گئے ہیں کہ ان مذکورہ ابواب سے متعلق ایک مقرر وخطیب کو دوسری کسی کتاب کی طرف رجوع کرنے کی شاید ہی حاجت محسوس ہو۔

○ پر تکلف جملوں سے حتی الامکان اجتناب نیز سہل، سلیس، سادہ زبان اور لطیف عبارتوں کا استعمال کیا گیا ہے تاکہ عربی زبان سے ادنی شد بد اور واقفیت رکھنے والا شخص بھی بآسانی استفادہ کر سکے۔

○ مشکل الفاظ حدیث کے معانی ومفاہیم کی تشریح وتوضیح پیش کی گئی ہے۔

○ ضعیف روایات، من گھڑت قصے اور کہانیوں سے پاک وصاف، نیز صحیح احادیث نبویہ وآثار سلف صالحین سے استدلال کے ساتھ ساتھ محدث العصر شیخ محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ کی تخریجات وتحقیقات سے غیر معمولی حد تک کتاب کو زینت بخشی گئی ہے۔

○ بیشتر مقامات پر سماحۃ الشیخ عبد اللہ بن عبد العزیز ابن باز رحمہ اللہ کے اقوال وافادات اور آپ کے بیش قیمت امالی وتقریرات اور فوائد علمیہ سے کتاب کو آراستہ کیا گیا ہے۔

○ مختلف فیہ مسائل میں مستند ترین علماء کرام کے اقوال وتصریحات کی روشنی میں راجح قول کو ذکر کیا گیا ہے۔

○ ہر بات باحوالہ پیش کرنے کے ساتھ قرآنی آیات، احادیث وآثار، اشعار اور کتاب کی مختلف جگہوں پر حواشی میں درج فقہی احکام ومسائل کی فہرست سازی کا عمدہ اہتمام کیا گیا ہے۔

نوٹ: مذکورہ کتاب انٹرنیٹ کی مختلف ویب سائٹوں پر موجود ہے جہاں سے بآسانی ڈاؤنلوڈ کر کے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔

اللہ تعالی اس کتاب کو نفع بخش بنائے اور مولف جلیل شیخ سعید القحطانی رحمہ اللہ کی تمام تر دعوتی و تصنیفی خدمات کو ان کے لیے ذخیرۂ آخرت بنائے۔ آمین۔



نماذج أدبية من أحاديث نبوية

عزير أحمد بن نور الهدى

الطالب بكلية الحديث بمرحلة البكالوريوس في الجامعة الإسلامية بالمدينة المنورة

الحمد لله الذي خلقنا الإنسان، وعلمنا البيان، وميزنا به عن سائر الحيوان، وأفضل الصلاة والسلام على أفضل البشر نبينا محمد وعلى آله وصحبه ومن والاه، أما بعد:

إذا قيل من هو أفصح العرب وأبلغهم على الإطلاق فلا يختلف اثنان أنه رجل ما طلعت الشمس على أفضل منه ولن تطلع، نبينا محمد صلى الله عليه وسلم، لماذا؟ لأنه نبي، والنبي ليس كغيره يرزقه الله طلاقة اللسان وعذوبة البيان، ليجعل منطقه على دعوته خير معوان، ولأجل ذلك لما كان موسى عليه السلام اصطفاه الله نبيا طلب من ربه أن يحل عقدة لسانه، ليفهم قومه رسالته. فـ﴿قَالَ رَبِّ ٱشْرَحْ لِي صَدْرِي ﴿٢٥﴾ وَيَسِّرْ لِيٓ أَمْرِي ﴿٢٦﴾ وَٱحْلُلْ عُقْدَةً مِّن لِّسَانِي ﴿٢٧﴾ يَفْقَهُواْ قَوْلِي ﴿٢٨﴾﴾ [طه]

ولماذا كان رسولنا أبلغ العرب، لأنه أعطي جوامع الكلم، فمن هو نبي وحظي بجوامع الكلم، هل يكون كلامه كلاما عاديا؟ لا، أبدا، بل يحتوي على غرر بهية ودرر سنية، تجدونه أصفى من الدمع، وأبرد من الثلج، وأحلى من العسل، وأنفذ من السنان، وأمضى من السيف. تعالوا نتأمل فيما قاله الأديب الكبير مصطفى صادق الرافعي رحمه الله، يصف السمو الروحي والجمال الفني في البلاغة النبوية، يقول:

’’هذا، وقد كنت أقرؤه وأنا أتمثله مرسلا بتلك الفصاحة العالية من فم النبي صلى الله عليه وسلم حيث يمر إعجاز الوحي أول ما يخرج به الصوت البشري إلى العالم، فلا أرى ثم إلا أن شيئا إلهيا عظيما متصلا بروح الكون كله اتصال بعض السر ببعض السر، يتكلم بكلام إنساني هو هذا الحديث الذي يجيء في كلمات قوية رائعة، فنها في بلاغتها كالشباب الدائم.

كنت أتأمله قطعا من البيان، فأراه ينقلني إلى مثل الحالة التي أتأمل فيها روضة تتنفس على القلب، أو منظرا يهز جماله النفس، أو عاطفة تزيد بها الحياة في الدم، على هدوء وروح وإحساس ولذة؛ ثم يزيد على ذلك أنه يصلح من الجهات الإنسانية في نفسي، ثم يرزق الله منه رزق النور فإذا أنا في ذوق البيان كأنما أرى المتكلم صلى الله عليه وسلم وراء كلامه.

وأعجب من ذلك أني كثيرا ما أقف عند الحديث الدقيق أتعرف أسراره، فإذا هو يشرح لي ويهديني بهديه؛ ثم أحسه كأنما يقول لي ما يقول المعلم لتلميذه: أفهمت؟

ثم يقول هكذا يجب تأمل الجمال الفني في كلام النبي صلى الله عليه وسلم فهو كلام كلما زدته فكرا زادك معنى، وتفسيره

قريب، قريب كالروح في جسمها البشري،
ولكنه بعيد بعيد كالروح في سرها الإلهي،
فهو معك على قدر ما أنت معه، إن
وقفت على حد وقف، وإن مددت مد،
وما أديت به تأدى.'' (وحي القلم :۳/ ٦-٧)

فلاشك أن كلامه عليه السلام لا يدانيه كلام في جودة اللفظ وحسن التركيب وتعمق المعني وقوة التأثير يتذوق فيه الأديب المذاق الأصلي للعروبة.

أسألكم هل وجدتم أديبا وإن كان أبلغ من سحبان وائل، وأنطق من قس بن ساعدة أنه سرد تاريخ أمة في جملتين؟ أكيد أنكم ما وجدتم ولن تجدوا لأنه ما كان ولا يكون على وجه الأرض من يستطيع ذلك غير نبينا عليه السلام (فداه أبي وأمي) فإنه حكى تاريخ أمة الاسلام في جملتين، فقال: ''**بدأ الإسلام غريبا وسيعود كما بدأ**''(رواه مسلم) رأيتم كيف صب البحر في كوز وهل يقدر عليه غيره؟ فهذه الغربة هى منطلق هذه الأمة ومعادها.

ولله دره عندما قال:''**ويحك يا أنجشة، ارفق بالقوارير**''(رواه أحمد) فما ألطف هذا التعبير وما أصدق هذا التشبيه، وما أروع هذا المعنى فلم يحاك الشعراء فصورهن كالظباء والمها والبقر، كقول البحتري: أصابت قلبه حدق الظباء

(ديوان البحتري: ٢٦/١)

وكقول عمر بن أبي ربيعة:

بيضا حسانا خرائد قطفا
يمشين هونا كمشية البقر

(ديوان عمر بن أبي ربيعة: ٢٠٧/١)

بل ابتكر تصويرا رائعا بديعا لم يسبق إليه، فشبه المرأة بالقوارير، وهي أشبه بها حقيقة ومعنى، أما المعنى فإنها لطيفة الطبع، يروعها لفظ شديد ويهزها صوت رفيع، وأما الحقيقة فإنها ضعيفة البنية لا يتحمل جسدها الناعم الأتعاب، ولا يتقوى على تجشم المشاق. فهي حقا كالقوارير تكسرها إصابة طفيفة، وتجرحها آلام خفيفة.

ولله دره عندما قال: ''**سبعة يظلهم الله في ظله يوم لا ظل إلا ظله،** «وفيه» **ورجل قلبه معلق في المساجد**'' (رواه البخاري)

فما أروع هذا التصوير، وما أعمق معناه، كأنه لؤلؤ مكنون، بإمعان النظر وكشف كنانه يتألق حسنه وتلألأ غرته، كأنه أفرغ في قالب الجمال. ولكم أن تسألوا أين الحسن في هذا الكلام؟ نقول: الحسن في قوله ''**وقلبه معلق في المساجد**''

فشبه القلب بالشيء المعلق في الاضطراب ودوام التحرك وعدم الاستقرار، فكما أن الشيء المعلق لا يجد القرار والراحة تراه دائما يتحرك يضطرب، فكذلك القلب المعلق في المساجد لا يجد القرار والراحة إلا فيها.

فمن يحب أن يتمكن من اللغة والأدب فعليه أن يقرأ الأحاديث النبوية، فإنها موسوعة الحياة من كل جانب، فيها ثروة لغوية وكنوز أدبية وقواعد نحوية وأمثال رائعة قوية يجد فيها القارئ لذة لا تنقطع ومتعة تتجدد لا تنفد كأنها روضة غناء.

الأكلة الرمضانية لدى المسلمين

محمد عمر صلاح الدين

الطالب بمعهد اللغويات العربية، جامعة الملك سعود

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على نبينا محمد بن عبد الله الأمين، وعلى آله وأصحابه أجمعين، أما بعد:

فإن الإسلام دين العز والكرامة، ودين القيم الفاضلة والأخلاق النبيلة والآداب الرفيعة العظيمة، فلم يترك أهله هملا وهدرا، ولم يهجرهم عبثا وسدى، بل أرشدهم إلى آداب وأخلاق تقتضي أن يكون المسلم متحليا بها كلها، ومتجملا بجميعها في كافة شؤون حياته وسائر مرافقها، غير منعزل ومتخل عنها حينا وبرهة، بحيث يتحقق له من خلالها الجودة والخيرية من النواحي الدينية والدنيوية والجسدية والروحية قاطبة، فبذلك لم يدع المسلمين يشربون ويأكلون كأكل الأنعام والبهائم، كما قال رب العزة والجلال مبينا شيم الكفار وخصائلهم: ﴿وَٱلَّذِينَ كَفَرُواْ يَتَمَتَّعُونَ وَيَأۡكُلُونَ كَمَا تَأۡكُلُ ٱلۡأَنۡعَٰمُ وَٱلنَّارُ مَثۡوًى لَّهُمۡ﴾(١)

بما أننا نرى كثيرا من المسلمين بحلول شهر رمضان المبارك يشرعون في الاهتمام بأنواع من الأكل والشرب أكثر من عنايتهم بكسب الخيرات والبركات وقيامهم بالأعمال الصالحة البارة والصنائع المعروفة الحسنة في هذا الشهر العظيم، بالإضافة إلى ما يحرمون أزواجهم وخدمهم وأهاليهم من الخيرات الكثيرة بتكليفهم بتجهيز قدر كبير من صنوف الأطعمة الأشربة مما يبدو -ولعلي لا أجافي الحقيقة إذ أقول- كأن هذا الشهر المبارك قد جاء لتحقيق بغية البطن وشهواته، وقد حضر لإنجاز مبتغيات ما بين لحييه واختزان كيان الجوف وإتراعه، فلا يهمهم إلا ذلك كله، رغم ما ورد من الآيات القرآنية والأحاديث النبوية والآثار السلفية في فضائل هذا الشهر العظيم ومناقبه مما يدل على ترغيب فعل الخيرات واكتساب الحسنات وانتهاز الفرص ومضاعفة الأجور وما إلى ذلك، وكان السلف-رحمهم الله- يدعون ويتضرعون إلى الله عزوجل أن يبقوا إلى هذا الشهر ذي الخير والبركة لكي يقتطفوا من ثماره وينتفعوا به أيما انتفاع ويستفيدوا منه غاية الاستفادة. فها نحن نقف وقفة في الحديث الجامع لآداب الأكل والشرب لنرى في ضوئه ما يترتب من مخالفته من الخسارة الدينية والأضرار الصحية والمادية وغيرها، ولنتدبر فيه أين نحن من تلك الآداب الفاضلة والقيم النبيلة التي -مع الأسف الشديد- جعلها المسلمون نسيا منسيا، ونبذوها وراء ظهورهم حتى قلبوا مقياس التقدم والتأخر وكبكبوا ميزان التطور

(١) محمد: ١٢/٤٧

والتخلف تبعية لغيرهم.

فالحديث قد أخرجه الإمام أبو عيسى الترمذي(ت٢٧٩هـ) -رحمه الله- في سننه عن مقدام بن معدي كرب قال: سمعت رسول الله ﷺ يقول: ''**ما ملأ آدمي وعاء شرا من بطن، بحسب ابن آدم أكلات يقمن صلبه، فإن كان لا محالة، فثلث لطعامه، وثلث لشرابه، وثلث لنفسه**'' (١)

فإليكم بعض ما ينتج عن مخالفة هذا الحديث العظيم من الأمور والحصائل:

- الإسراف والتبذير الذي يحصل للمسلمين في هذا الشهر العظيم بحكم إعدادهم للأكلات المتنوعة والأطعمة المشكلة وبقدر كبير، ثم إلقاء فضلاتها في القمامة أحيانا، مما نهى عنه ربنا جل وعلا حيث قال: ﴿وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا ۝٢٦ إِنَّ ٱلْمُبَذِّرِينَ كَانُوٓاْ إِخْوَٰنَ ٱلشَّيَٰطِينِ﴾(٢)

وعلى الرغم من سماجة هذه العملية وقبحها فإنه ما أن يبدأ شهر رمضان المبارك حتى يلاحظ أن كمية الطعام التي تلقى في المزبلة أكبر من أي فترة أخرى من العام.

علما بأن الترفيه والتنعم بجميع الأطعمة والأشربة مما أنعم الله به على الإنسان أمر مباح، لأن الله سبحانه وتعالى قد أخرج الطيبات من الرزق، فأخلصها لعباده المؤمنين حيث قال سبحانه:

﴿قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ ٱللَّهِ ٱلَّتِىٓ أَخْرَجَ لِعِبَادِهِۦ وَٱلطَّيِّبَٰتِ مِنَ ٱلرِّزْقِ ۚ قُلْ هِىَ لِلَّذِينَ ءَامَنُواْ فِى ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا خَالِصَةً يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ﴾ (٣)

بل الرسول الكريم -صلوات ربي وسلامه عليه- يقول: ''**إن الله يحب أن يرى أثر نعمته على عبده**'' (٤)

إلا أنه ﷺ يقول فيما رواه عنه أبو أمامة رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: ''**سيكون رجال من أمتي يأكلون ألوان الطعام ويشربون ألوان الشراب ويلبسون ألوان الثياب يتشدقون في الكلام أولئك شرار أمتي**''(٥)

فيحسن القول بعد الجمع والتوفيق بينهما بأن الاعتدال والتوازن أمر لا بد من مراعاته في ذلك كله على ما يقول بعض العلماء:

''خير الأمور أوسطها''(٦)

ومن أحسن من الله قيلا ونصحا وأعظم منه هداية وتوجيها لعباده في ذلك، فهو يقول: ﴿وَكُلُواْ

---

(١) أبواب الزهد عن رسول الله ﷺ، باب ما جاء في كراهية كثرة الأكل، برقم:٢٣٨٠، وصححه الألباني في صحيح الترمذي، ٥٥٥/٢.

(٢) الإسراء:٢٧/١٥.

(٣) الأعراف: ٣٢/٧.

(٤) سنن الترمذي، باب جاء إن الله تعالى يحب أن يرى أثر نعمته على عبده، أبواب الأدب عن رسول الله ﷺ، برقم: ٢٨١٩، وقال الشيخ الألباني في صحيح الترمذي:١٢٤/٣(حسن صحيح)

(٥) رواه الطبراني في المعجم الكبير ١٠٨/٨ برقم ٧٥١٢، ٧٥١٣ وحسنه الشيخ الألباني بمجموع طرقه في سلسلة الأحاديث الصحيحة برقم:١٨١٩، فقال بعد أن ذكر طرقه: فمثله يستشهد به، والله أعلم.

(٦) ذكره الشيخ الألباني في"سلسلة الأحاديث الضعيفة" برقم:٧٠٥٦، وحكم عليه بالضعف من حيث الرفع، ثم قال: "إسناده صحيح موقوف"

﴿وَٱشۡرَبُواْ وَلَا تُسۡرِفُوٓاْۚ إِنَّهُۥ لَا يُحِبُّ ٱلۡمُسۡرِفِينَ﴾(١)

• إضاعة الأوقات الغالية الثمينة وتفويت الآونة الباهظة النفيسة لأجل كثرة الاشتغال بتهيئة المأكولات والمشروبات.

• الحرمان من الأجور والمثوبات، كفوات الأدعية والأذكار وتلاوة القرآن الكريم، وعدم التوجه للصلوات النافلة والمؤكدة طورا.

• ومما أفاد ابن القيم -رحمه الله- في ضوء حديث المقداد المذكور:

''فامتلاء البطن من الطعام مضر للقلب والبدن، هذا إذا كان دائما أو أكثريا، وأما إذا كان في الأحيان، فلا بأس به''(٢)

علاوة على ذلك فقد ورد الحث على التقليل من الأكل، ما رواه أبو هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: ''**يأكل المسلم في معى واحد، والكافر يأكل في سبعة أمعاء**''(٣)

فحري بالذكر ضمن حديث المقداد المذكور ما قاله الإمام ابن رجب الحنبلي -رحمه الله-:

''هذا الحديث أصل جامع لأصول الطب كله، وقد روي أن ابن ماسويه الخوزي الطبيب المسيحي لما قرأ هذا الحديث- أعني حديث المقداد بن معدي كرب- في كتاب أبي خيثمة قال: لو استعمل الناس هذه الكلمات لسلموا من الأمراض والأسقام، ولتعطلت دكاكين الصيادلة''(٤)

بهذه المناسبة أرى من الجدارة أن أذكر القصة التي رواها الشيخ محمد بن صالح العثيمين- رحمه الله- عن الطبيب الأمريكي الذي أسلم لأجل حديث المقداد، عظيم الفوائد، غزير المنافع، عديد اللطائف العلمية، وفير النكات الطبية، فها هو يتحدث عن نفسه لما سئل عن إسلامه:

''أنا أسلمت على حديث واحد، وعلى آية واحدة''

كما نقل الكاتب أبو معتز الزعبي حوارا دار بين طبيب ألماني وصحفي مسلم في إحدى مستشفيات ألمانيا، قال الطبيب الألماني للصحفي المسلم: ما سبب تأخر المسلمين عن الحضارة والنهضة؟ فأجابه الصحفي المسلم: المسلمون بالهوية فقط، إن سبب تأخر المسلمين هو الإسلام، فأمسكه الطبيب من يده، وذهب به إلى جدار قد علقت عليه لوحة، فقال له: اقرأ الكلمات المكتوبة على هذه اللوحة، فإذا فيها حديث المقداد المذكور.

عند نهاية الحديث كان مكتوبا ''القائل: محمد بن عبد الله''، فقال الطبيب الألماني للصحفي المسلم: أتعرف هذا؟ قال: نعم هذا نبينا، فقال له: نبيكم يقول هذا الكلام العظيم، وأنت تقول: إن سبب تأخركم هو الإسلام!!

---

(١) الأعراف:٧/٣١.

(٢) من أراد تفصيل القول في هذا الحديث فليرجع إلى "الطب النبوي" لابن القيم، ص٢٩-٣٦.

(٣) صحيح البخاري كتاب الأطعمة، باب المؤمن يأكل في معى واحد برقم:٥٣٩٦.

(٤) جامع العلوم والحكم، لابن رجب، ص: ٥٠٣

وختم الألماني الحوار بقوله: للأسف إن جسد محمد عندكم، وتعاليمه عندنا!! [١]

فعلى المرء المسلم أن يعتز بآداب الإسلامية السامية ويفتخر بتعاليم الشريعة الحكيمة، كالصحابي الذكي الفطن النبيه سلمان الفارسي، الذي تباهى بالرد على ما تفوه به المشركون أمامه بقولهم: ''**علمكم نبيكم كل شيء حتى الخراءة**'' فأسكتهم -رضي الله عنه- وأفحمهم قائلا: ''أجل، لقد نهانا أن نستقبل القبلة لغائط أو بول، أو أن نستنجي باليمين، أو أن نستنجي بأقل من ثلاثة أحجار، أو أن نستنجي برجيع أو بعظم''[٢]

كما لابد أن يكون راسخا في ذهن كل مسلم، ما قاله أمير المؤمنين عمر بن الخطاب رضي الله عنه:

''إنا كنا أذل قوم، فأعزنا الله بالإسلام، فمهما نطلب العزة بغير ما أعزنا الله به أذلنا الله''[٣]

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين.

---

(١) المنتدى الشرعي العام من المكتبة الشاملة: ٢٦٨/٨٨، وقد تناول بذكر هاتين القصتين أحمد نواف المواس في مقالة له بعنوان:"الإعجاز في السنة النبوية" وإسلام ويب: تاريخ النشر: ٢٠١٢/٠٥/٢٧م، وصحيفة الوطن القطرية الصادرة بتاريخ ٢٣ مايو ٢٠١٨ ص:٧.

(٢) صحيح مسلم، كتاب الطهارة باب الاستطابة برقم:٢٦٢.

(٣) رواه الحاكم (١٣٠/١)، وصححه الألباني في سلسلة الأحاديث الصحيحة: ١١٧/١،على شرط الشيخين تحت الحديث برقم:١٥، وصحيح الترغيب والترهيب للشيخ الألباني برقم: ٢٨٩٣، سلسلة الأحاديث الصحيحة.

''وإنما اشتغل كثير من الناس بأنواع من العبادات المبتدعة التى يكرهها الله ورسوله لإعراضهم عن المشروع أو بعضه، وإن قاموا بصورته الظاهرة فقد هجروا حقيقته المقصودة منه، وإلا فمن أقبل على الصلوات الخمس بوجهه وقلبه، عارفاً بما اشتملت عليه من الكلام الطيب والعمل الصالح، مهتما بها كل الاهتمام، أغنته عن الشرك، وكل من قصر فيها أو فى بعضها تجد فيه من الشرك بحسب ذلك.

ومن أصغى إلى كلام الله بقلبه، وتدبره وتفهمه أغناه عن السماع الشيطاني الذى يصد عن ذكر الله وعن الصلاة، وينبت النفاق في القلب. وكذلك من أصغى إليه وإلى حديث الرسول صلى الله تعالى عليه وآله وسلم بكليته، وحدث نفسه باقتباس الهدى والعلم منه، لا من غيره أغناه عن البدع والآراء والتخرصات والشطحات والخيالات، التي هي وساوس النفوس وتخيلاتها.''

إغاثة اللهفان من مصايد الشيطان

للإمام ابن قيم الجوزية رحمه الله

(٢١٤/١)

آداب حملة القرآن

أبو فيصل ضياء

الطالب بمرحلة الدكتوراه، قسم الدراسات الإسلامية، بجامعة الملك سعود

القرآن معجزة إلهية خالدة، نزل من رب العالمين، على قلب محمد سيد المرسلين، بواسطة سيد الملائكة جبريل الأمين، في سيد الشهور رمضان الكريم، في أفضل ليلة من ليالي الدنيا، ليلة القدر، خير من ألف شهر، في أفضل بقعة من بقاع الأرض، البلد الأمين.

وهو كتاب هداية وحق، وفرقان، فرق به بين الحق والباطل، من تمسك به وعمل بما فيه، سعد، واستحق النجاة في الدارين، ومن أعرض عنه، ونبذه وراءه فخسر وخاب وشقي حياته واستحق النار.

والقرآن كتاب دستور حياة المسلم ومنهجها، وكتاب أخلاق، وكتاب يهذب الروح والجسد، ويصلح الأخلاق ويحسنه، ولحملة القرآن آداب سطرها العلماء في مؤلفات قيمة، ومن أهمها كتاب أخلاق حملة القرآن للعلامة الآجري رحمه الله.

والحمد لله نحن في موسم نزول القرآن، شهر رمضان المبارك، شهر تنزل النفحات الإلهية والرحمات، وشهر التلاوة والختمات، وشهر التدبر في آياته ومعانيه، والتفكر في هداياته، لكي يستنير بها الحياة.

وقد جاءني عبر وسائل التواصل الاجتماعي واتسآب مشاركة جميلة من أخينا أبي عمار–جزاه الله خيرا– وهي تتعلق بآداب حملة القرآن، ذكرها العلامة الآجري في كتابه القيم"أخلاق حملة القرآن" فقرأتها بإمعان، وخطر ببالي أن أزين بها هذه المجلة الثقافية "ارتكاز"، لعل الله ينفع بها ويتم الاستفادة منها في شهر القرآن، شهر رمضان.

وأسأل المولى الكريم أن يجعلنا من أهل القرآن وخاصته هم حملة كتابه، وأن يجعلنا من المتخلقين بأخلاقه، العاملين بكتابه، والواقفين عند حدوده، والمستنيرين بنوره، المتدبرين له حق التدبر، إنه سميع مجيب.

يقول العلامة الآجري –رحمه الله– في كتابه "أخلاق حملة القرآن":

"ينبغي له –أي لحامل القرآن– أن يجعل القرآن ربيعا لقلبه، يعمر به ما خرب من قلبه، ويتأدب بآداب القرآن، ويتخلق بأخلاق شريفة، تبين به عن سائر الناس ممن لا يقرأ القرآن.

فأول ما ينبغي له: أن يستعمل تقوى الله عز وجل في السر والعلانية، باستعمال الورع في مطعمه، ومشربه، وملبسه، ومكسبه، ويكون بصيرا بزمانه وفساد أهله، فهو يحذرهم على دينه، مقبلا

على شأنه، مهموما بإصلاح ما فسد من أمره، حافظا للسانه، مميزا لكلامه.

إن تكلم تكلم بعلم، إذا رأى الكلام صوابا، وإذا سكت سكت بعلم، إذا كان السكوت صوابا، قليل الخوض فيما لا يعنيه، يخاف من لسانه أشد مما يخاف من عدوه، يحبس لسانه كحبسه لعدوه، ليأمن من شره وسوء عاقبته، قليل الضحك فيما يضحك فيه الناس، لسوء عاقبة الضحك، إن سر بشيء مما يوافق الحق تبسم، يكره المزاح خوفا من اللعب، فإن مزح قال حقا، باسط الوجه، طيب الكلام.

لا يمدح نفسه بما فيه، فكيف بما ليس فيه، يحذر من نفسه أن تغلبه على ما تهوى مما يسخط مولاه. لا يغتاب أحدا، ولا يحقر أحدا، ولا يسب أحدا، ولا يشمت بمصيبة، ولا يبغي على أحد، ولا يحسده...

قد جعل القرآن والسنة والفقه دليله إلى كل خلق حسن جميل، حافظا لجميع جوارحه عما نهي عنه، إن مشى مشى بعلم، وإن قعد قعد بعلم، يجتهد ليسلم الناس من لسانه ويده. ولا يجهل، فإن جهل عليه حلم، ولا يظلم، فإن ظلم عفى، ولا يبغي، وإن بغي عليه صبر، يكظم غيظه ليرضي ربه، ويغيظ عدوه، متواضع في نفسه، إذا قيل له الحق قبله، من صغير أو كبير.

يطلب الرفعة من الله عز وجل لا من المخلوقين، ماقتا للكبر، خائفا على نفسه منه.

لا يتأكل بالقرآن، ولا يحب أن تقضى له به الحوائج، ولا يسعى به إلى أبناء الملوك، ولا يجالس به الأغنياء ليكرموه.

إن كسب الناس من الدنيا الكثير بلا فقه ولا بصيرة، كسب هو القليل بفقه وعلم، إن لبس الناس اللين الفاخر، لبس هو من الحلال ما يستر عورته، إن وسع عليه وسع، وإن أمسك عليه أمسك، يقنع بالقليل فيكفيه، ويحذر على نفسه من الدنيا ما يطغيه.

يتبع واجبات القرآن والسنة، يأكل الطعام بعلم، ويشرب بعلم، ويلبس بعلم وينام بعلم، ويجامع أهله بعلم، ويصحب الإخوان بعلم، يزورهم بعلم، ويستأذن عليهم بعلم، يجاور جاره بعلم.

ويلزم نفسه بر والديه، فيخفض لهما جناحه، ويخفض لصوتهما صوته، ويبذل لهما ماله، وينظر إليهما بعين الوقار والرحمة، يدعو لهما بالبقاء، ويشكر لهما عند الكبر، لا يضجر بهما، ولا يحقرهما، إن استعانا به على طاعة أعانهما، وإن استعانا به على معصية لم يعنهما عليها، ورفق بهما في معصيته إياهما، يحسن الأدب ليرجعا عن قبيح ما أرادا، مما لا يحسن بهما فعله، يصل الرحم، ويكره القطيعة، من قطعه لم يقطعه، من عصى الله فيه، أطاع الله فيه.

يصحب المؤمنين بعلم، ويجالسهم بعلم، من صحبه نفعه، حسن المجالسة لمن جالس، إن علم غيره رفق به، لا يعنف من أخطأ ولا يخجله، رفيق فى أموره، صبور على تعليم الخير، يأنس به المتعلم،

ويفرح به المجالس، مجالسته تفيد خيرا، مؤدب لمن جالسه بأدب القرآن والسنة.

إن أصيب بمصيبة، فالقرآن والسنة له مؤدبان، يحزن بعلم، ويبكي بعلم، ويصبر بعلم، ويتطهر بعلم، ويصلي بعلم، ويزكي بعلم، ويتصدق بعلم، ويصوم بعلم ويحج بعلم، ويجاهد بعلم، ويكتسب بعلم، وينفق بعلم، وينبسط في الأمور بعلم، وينقبض عنها بعلم، قد أدبه القرآن والسنة.

يتصفح القرآن ليؤدب به نفسه، ولا يرضى من نفسه أن يؤدي ما فرض الله عز وجل عليه بجهل، قد جعل العلم والفقه دليله إلى كل خير.

إذا درس القرآن فبحضور فهم وعقل، همته إيقاع الفهم لما ألزمه الله عز وجل من اتباع ما أمر، والانتهاء عما نهى، ليس همته متى أختم السورة، همته متى استغني بالله عن غيره، متى أكون من المتقين، متى أكون من المحسنين، متى أكون من المتوكلين، متى أكون من الخاشعين، متى أكون من الصابرين، متى أكون من الصادقين، متى أكون من الخائفين، متى أكون من الراجين ؟.

متى أزهد في الدنيا، متى أرغب في الآخرة، متى أتوب من الذنوب، متى أعرف النعم المتواترة، متى أشكر عليها، متى أعقل عن الله جلت عظمته الخطاب، متى أفقه ما أتلو، متى أغلب نفسي على هواها، متى أجاهد في الله عز وجل حق الجهاد، متى أحفظ لساني، متى أغض طرفي، متى أحفظ فرجي، متى استحيي من الله عز وجل حق الحياء، متى اشتغل بعيبي، متى أصلح ما فسد من أمري، متى أحاسب نفسي ؟.

متى أتزود ليوم معادي، متى أكون عن الله راضيا، متى أكون بالله واثقا، متى أكون بزجر القرآن متعظا، متى أكون بذكره عن ذكر غيره مشتغلا، متى أحب ما أحب، متى أبغض ما أبغض، متى أنصح لله، متى أخلص له عملي ؟.

متى أقصر أملي، متى أتأهب ليوم موتي، وقد غيب عني أجلي، متى أعمر قبري، متى أفكر في الموقف وشدته، متى أفكر في خلوتي مع ربي، متى أفكر في المنقلب ؟.

متى أحذر ما حذرني منه ربي، من نار حرها شديد، وقعرها بعيد، وغمها طويل...فمن كانت هذه صفته، أو ما قارب هذه الصفة، فقد تلاه حق تلاوته، ورعاه حق رعايته، وكان له القرآن شاهدا، وشفيعا، وأنيسا، وحرزا، ومن كان هذا وصفه نفع نفسه، ونفع أهله، وعاد على والديه، وعلى ولده كل خير في الدنيا والآخرة." اهـ. (۱)



(۱) أخلاق حملة القرآن للآجري، ص: ۵۷-۶۱

الأشياء التي أمتن لوجودها في حياتي

جنيد يوسف عبد الرقيب
الطالب بمرحلة البكالوريوس، قسم اللغة العربية وآدابها، جامعة الملك سعود

أنعم الله علينا بإعطاء كثير من النعم العظيمة، نشاهدها ونستفيد منها بكل سهولة، ونمتن لوجود هذه الأشياء والنعم، نمارسها امتنانا وتشكرا في كلامنا مع الأصدقاء والأشخاص، وبذلك نعزز سعادتنا، ونوطد علاقتنا مع الله. وممارسة الامتنان نوع من الملاحظة على الأشياء التي نمتن لها ونستفيد منها، ونفرح برؤيتها، أو نتلذذ بمشاهدتها، ونكتب أحيانا ممتنا لها، وإنها طريقة رائعة لتراقب العالم، والامتنان والتعبير عن هذه الأشياء مهم لنا ومهم في الحياة، وجانب من جوانبها، فالشعور بها والإحساس بهذه النعم وأداؤها في ألفاظ يلمس الحقيقة وانبعاثها من أغوار القلب، يوفر رصيفا لممارستها ومعالجتها، وإليكم بعض الأشياء التي أمتن لوجودها وأود التعبير عنها:

القرآن الكريم

أمتن لوجوده بحيث يدرك به معرفة الرب، وهدف الحياة السامي، والتذكير بأيام الله الماضية والآتية، وبه تعرف حياة الأمم السابقة عبرة وحياة الأنبياء والأبرار سلوة، ومنة الله على العباد نصيحة، وعواقب الفجار والمتعدين لحدود الله موعظة، وسبل الهداية والرشاد انتهاجا، ومستقبل هذه الحياة المؤقتة بحسب تقدير الله، ومستقبل هذه الدنيا وعواقبه الأخيرة وجزاء عباد الله الشُكُر وعذاب عباده الكُفُر، وغفرانه ورحمته يوم القيامة، وغيرها من الأمور والأشياء وأسرار الكائنات والحياة.

هذه السماوات والأرض وما بينهما من الآيات والعجائب

أمتن لوجودهن بحيث التدبر فيهن والنظر في خلقهن والعجائب المكنونة والنجوم المتلألئة والأبراج العالية في السماوات والأرض الممتدة والمسطحة بأراضيها الخضراء والجبال الراسية والبحار توحيني إلى خالقها وأهداف خلقها، وتذكرني بالله الذي هو أنيس الوحشة، وبذكره تطمئن القلوب وبه يزيد الإيمان، وتفتح آفاق القلوب وينقص ثقل المصائب والحوادث، وبه تنقشع سحابة الحزن والكآبة، وتنفرج الغموم والتعاسة، ولما أنظر إلى عجيب صنع الله فأنهال شكرا وحمدا للباري سبحانه.

أمتن بوجود **الأصدقاء** في حياتي الجامعية في الغربة، ففيهم الطمأنينة وراحة البال،

وهم أنس دربي، وجلساء حفلي، وسكون قلبي، وحلول مشكلتي، ورفقاء رحلتي، أمتن لوجودهم وأشعر بالسعادة في هذه الحياة.

أمي، هي الكائنات التي أعد نفسي في ظلها أسعد الناس في الحياة ولو كنت بين أحضان الأحزان والهموم، وفي حجور الحوادث والغموم، هي التي أمتن لوجودها وأود الاحتفاظ بها وصحبتها في حياتي، والأم امرأة مثل النساء الأخريات، ولكنها جبل في تحمل مشاق الحياة ودفاع كل المشكلات عن ابنها ولو تتعرض ضحية لنفسها، وهذا الشعور والعاطفة والإيثار لا مثيل له إلا في مذكرة الأم حتى لدى الحيوانات.

عاطفة **الأب** ويد شفقته على جبيني، وتقبيل جبهتي بشفتيه، الذي ملأه حنان الأبوة، ونصحه لأدنى شيء في الحياة، وسروره الباهر عند نجاحي، وجهده العظيم في توفير احتياجات الحياة ليرى ابنه في القمة، كل هذه تسعدنا، ونمتن بوجود ظله الظليل، والحياة في كنفه تكشف عنا كل الغمة التي تسبب الظلام في الحياة فأمتن بوجوده.

إخوتي وأخواتي الذين أقضي معهم أوقاتي بكل سرور وسعادة، ولا أدري ما هو الفرح والحظ الذي أستلمه عندما أكون معهم وأناقش الأفكار، ونلعب معا ونجادل ونحاكم إلى محكمة الأبوة والأمومة، ووصول الفرح والسعادة والمبادرة في تقبل رضا الأم، وإغضاب الآخرين وإزعاجهم، كل ذلك يوفر الفرح والابتهاج الذي لا بديل له في الحياة، فأمتن بوجودهم وقضاء أوقاتي في صحبتهم لن أنس طول حياتي.

الكتب، أمتن لوجودها في حياتي، أصدقاء أوفياء وجلساء في الحياة لا نمل حديثهم، وبها تكتسب المعارف والقيم، وطرق التعامل مع الأشخاص على حسب مستوياتهم، ويطلع بها على حياة العقلاء والمفكرين وعلى الذين لهم أثر في دروب الحياة، وبها تقر الأعين وتسلى القلوب في الوحشة والغربة، وفي السفر إلى الأماكن وأنت لم تجد صديقا في السفر، وهذه الكتب تزودك من المعارف والعلوم وأخبار الأمم والثقافات المختلفة وغير ذلك من الكثير.

وجود **مائدة الأطعمة** المتنوعة التي أشتهيها؛ لأنني أحب الأطعمة فأمتن لوجودها لي، حتى أشبه الحبيبة والأشياء التي تجلب أنظاري بالطعام والحلوة المختلفة أحيانا، وكل يعرف آثار البيئة والصناعة في الأدب.

وفي الختام كل هذا الامتنان ليس على سبيل الحصر بل على سبيل مراقبة العالم وإظهار المشاهدة والمشاركة في تجربة التعامل مع الأشياء في الحياة، وفي هذا كله يرجع الفضل والمنة إلى ربنا تبارك وتعالى.

The Role of Muslim Women in Islamic Society

Tarique Asad

Department of Arabic Language
Islamic University of Madinah Munawwara

It is well known that women play a prominent and important role in society. They are the basic building blocks for the formation of the family and its proper structure. They deliver the society's future in the form of male and female builders, and this important role in life cannot be ignored. She stands side by side with men and is half of the society and companion of men. Islam explained their positions as Allah said:

﴿وَلَهُنَّ مِثْلُ ٱلَّذِى عَلَيْهِنَّ بِٱلْمَعْرُوفِ﴾

(البقرۃ: ۲۲۸)

And women shall have rights similar to the rights against them, according to what is equitable.

Hafiz Ibne Kaseer said:

"And they (women) have rights (over their husbands as regards living expenses) similar (to those of their husbands) over them (as regards obedience and respect) to what is reasonable.

This Ayah indicates that the wife has certain rights on her husband, just as he has certain rights on her, and each is obliged to give the other spouse his due rights." (Ibn- Kaseer Al-Qur'an Tafsir, Surah 2. Al-Baqarah, Ayah 228)

There are many verses that make A Muslim woman is equal to men in doing good, worshiping, receiving rewards, enjoining good and forbidding evil, and some other duties as in the verse:

﴿وَٱلْمُؤْمِنُونَ وَٱلْمُؤْمِنَٰتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَآءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِٱلْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ ٱلْمُنكَرِ وَيُقِيمُونَ ٱلصَّلَوٰةَ وَيُؤْتُونَ ٱلزَّكَوٰةَ وَيُطِيعُونَ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥٓ أُو۟لَٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ ٱللَّهُ إِنَّ ٱللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾

(التوبۃ: ۷۱)

The believing men and believing women are allies of one another. They enjoin what is right and forbid what is wrong and establish prayer and give zakah and obey Allah and His Messenger. Those - Allah will have mercy upon them. Indeed, Allah is Exalted in Might and Wise.

Allah mentions in this verse believing women with believing men, which indicates the role of women in this society in terms of being virtuous, pious, and righteous. Women are the first school where the child receives primary education in his life, and they inculcate religious values in the inner of children in the early years that accompanies them throughout their

lives, wherefore they must have armed with a basic religious culture to teach children the right Islamic values.

Therefore, the mother plays an important role in caring for her children in all matters related to their needs, and the care provided by the mother is not limited to material needs only, but rather fulfills their emotional needs and provides them with love and tenderness that the child needs to feel happy and secure, and to fully develop his body and mind.

Hence Prophet Mohammad S.A.W. said reminding the responsibility and role of a woman:

''والمرأة راعية في بيت زوجها ومسؤولة عن رعيتها''

(متفق علیہ)

A woman is the shepherd of the house of her husband and she is responsible for them.

When we look through history, we found that women have taken part throughout the ages. They have been active in the development of laws and policies and the conduct of political life. They have occupied a prominent place in promoting the scientific renaissance in societies. They have had a wide presence in Islamic society since its inception. She was a teacher and trainer, as men used to go to her to seek knowledge. In addition to her role in advisory opinions and consultations, Islamic history is full of many examples that show the importance of the role of women in the renaissance of science, such as the mother of believers Aisha, may Allah be pleased with her, and Khansa the poet, and scholar Aisha Ba'unieh, and the scholar Fatima bint Mohammed bin Ahmed Al-Samarqandi. Imam al-Zuhri said: "If the knowledge of Aisha was brought to the knowledge of all the mothers of the believers and the knowledge of all women, the knowledge of Aisha would be much better."

We also find that the female companions (Sahabiyat) have made a great effort in calling to Islam. One who marveled at the role of women in spreading the teachings of Islam to non-Muslims once said, "It is interesting to note that spreading Islam was not a business only for men, Muslim women also have their share in this religious message," since women are more motivated because if they believe in something, they will do their best to spread it and do not care about the difficulties they face.

It is very important for Muslim women to be aware that the direction in which Western civilization seeks to take them is nothing but ruin. The real purpose of these wolves is to drive women out of their homes into the middle of the street, exploit them with beautiful slogans of feminism and feminist rights, and liberate them from all the restrictions that Allah has imposed on them.

The Muslim Women with their Islamic culture and their true awareness of the problems of their society and their

enjoyment of sincere faith in responsibility towards their family and nation, and sincerity in carrying out this responsibility can triumph over those challenges, especially those relating to aspects that threaten moral values.

We cannot define the important, positive, and effective roles of women in society in this short article. A woman gives birth and takes care of her children, her husband, and her home, and she works to help the husband and his partners take responsibility and reduce the burden and other lofty roles that seek to serve the country and its people alongside the man, to combine the most beautiful meanings of love, loyalty, solidarity and humanity to achieve progress and serve the community with all honesty and sincerity.

From the advent of Islam till now, it is difficult to find a precedent in the world for the honor and status that she got and the rights that were given to her. A woman should understand her place and should not fall prey to the deceptive slogans and propaganda of others. The real honor for him is what Islam has given him. That is enough to make him proud. Hazrat Omar had said well: "We are a nation that Allah has honored us through Islam. If we seek supremacy other than Islam, then we can never get honor."



APRIL 2022

Online Monthly Magazine
By Indian Students at King Saud University, Riyadh (KSA)

”انبیاے کرام کا طریق استدلال یہ نہیں ہوتا کہ منطقی طریقہ پر نظری مقدمات ترتیب دیں۔ پھر ان کی بحثوں میں مخاطب کو الجھانا شروع کر دیں۔ وہ براہ راست تلقین واذعان کا فطری طریقہ اختیار کرتے ہیں۔ اسے ہر دماغ وجدانی طور پر پالیتا ہے، ہر دل قدرتی طور پر قبول کرلیتا ہے۔ لیکن ہمارے مفسروں کو فلسفہ ومنطق کے انہماک نے اس قابل ہی نہ رکھا کہ کسی حقیقت کو اس کی سیدھی سادی شکل میں دیکھیں اور قبول کرلیں۔ انہوں نے انبیائے کرام کے لیے بڑی فضیلت اس میں سمجھی کی انہیں منطقی بنادیں، اور قرآن کی ساری عظمت اس میں نظر آئی کہ اس کی ہر بات ارسطو کی منطق کے سانچے میں ڈھلی ہوئی نکلے۔ اس سانچہ میں وہ ڈھل نہیں سکتی تھی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ قرآن کے دلائل وبراہین کی ساری خوب روئی اور دل نشینی طرح طرح کی بناوٹوں میں گم ہوگئی۔ حقیقت تو گم ہو ہی چکی تھی، لیکن وہ بات بھی نہ بنی جو لوگ بنانی چاہتے تھے۔ شکوک وایرادات کے بے شمار دروازے کھل گئے۔ ان کے کھولنے میں تو امام رازی کا ہاتھ بہت تیز نکلا، لیکن بند کرنے میں تیزی نہ دکھا سکے۔“

مولانا ابو الکلام آزاد

E-mail: irtekazmonthly@gmail.com Mob: +966501045646